

سوشل میڈیا اور معاشرتی نظام میں انتشار

نجاح شوشہ[○]

مغرب میں سوشل میڈیا خصوصاً فیس بک میاں بیوی میں علیحدگی اور طلاق کا بڑا سبب بن چکا ہے۔ یہ خلاصہ ہے حال ہی میں سامنے آنے والی ان تحقیقاتی رپورٹس کا، جنہیں طلاق کے معاملات پر خدمات انجام دینے والے وکلاء کی امریکی اکیڈمی نے جاری کیا ہے۔ دوسری ایسی ہی رپورٹ اخبار دی انڈی پنڈنٹ، لندن نے اطالوی بار ایسوسی ایشن کے حوالے سے نشر کی ہے۔

● فیس بک: عائلی یا گھریلو زندگی کی اس تباہی میں فیس بک کا کردار نمایاں ہے۔ عالمی سطح پر اسے طلاق کی بڑھتی شرح کا اولین ذمہ دار ٹھہرایا جا رہا ہے۔ اعداد و شمار اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ امریکا میں ہونے والی ۲۰ فی صد طلاقوں کا براہ راست سبب فیس بک ہے۔

● واٹس ایپ: دوسرا نمبر واٹس ایپ کا ہے۔ اطالوی بار ایسوسی ایشن کے مطابق اٹلی میں ہونے والی ۳۰ فی صد طلاقوں کی وجہ واٹس ایپ بنا۔ یہ صنفین کے درمیان رابطہ بڑھانے اور رکھنے کا آسان ترین ذریعہ ہے اور اسی ربط و تعلق نے میاں بیوی کے درمیان خیانت کاری کے تناسب کو بڑھا دیا ہے۔

اطالوی بار ایسوسی ایشن کے صدر جیان ایٹوری کے بقول: بے وفائی کا آغاز عموماً فیس بک کے معمولی برقی پیغامات سے ہوتا ہے۔ پھر تعلق بڑھتا ہے تو بات واٹس ایپ تک چلی جاتی ہے جہاں طرفین میں تصاویر کا تبادلہ ہوتا ہے اور انجام کار خیانت کاری۔

جامعہ ملک سعود کے پروفیسر ڈاکٹر محمد عبدالعزیز شرمیم لکھتے ہیں: سوشل میڈیا پلیٹ فارمز

○ ترجمہ: حافظ محمد عبد اللہ

اور آپس ہر ایسے فرد کے لیے خطرے کی گھنٹی ہیں جو اپنی زندگی کی باگیں ان کے سپرد کر دیتا ہے۔ یہ اسے اس کی شریک حیات (اور امور خانہ داری میں شرکت اور ان کے اہتمام) سے غافل کر دیتی ہیں۔ بالخصوص جب کوئی ان کا عادی ہو جائے اور ان میں لگن ہو کر بہت سا وہ وقت بھی ان پر صرف کرنے لگے جو اسے اپنی اہلیہ اور گھر والوں کے ساتھ گزارنا تھا۔

ایسا بھی ہوتا ہے کہ گھریلو ناچاقی کے دوران یا آپس میں تبادلہ خیال اور بات چیت میں مشکلات کے سبب زوجین میں سے ایک سے دوسرے فریق سے دُور رہنے اور وقت گزاری کے لیے زیادہ استعمال کرنے لگتا ہے۔ یاد رکھنا چاہیے کہ اس سے خانگی مسائل حل ہونے، سلجھنے اور زوجین میں قربتیں بڑھنے کے بجائے باہمی فاصلے بڑھتے چلے جاتے ہیں۔

امریکا اور اٹلی کے علاوہ برطانیہ کی ویب سائٹ ڈیٹا نیورس آن لائن کے مطابق ۲۰۱۱ء کے دوران ڈیفیس بک ان ممالک میں واقع ہونے والی ایک تہائی طلاقوں کا سبب بنا۔

مصر کی حلوان یونیورسٹی میں فیکلٹی آف سوشل ورک اور انفرادی خدمات کے سربراہ عبدالناصر نصیحت کرتے ہیں کہ سوشل میڈیا کا استعمال کم سے کم وقت کے لیے کیا جائے۔ اس لیے کہ اس کا حد سے زیادہ استعمال میاں بیوی کے درمیان عدم اطمینان کو جنم دیتا ہے جس کے نتیجے میں خانگی مشکلات بڑھتی ہیں اور پھر طلاق کا احتمال بڑھ جاتا ہے۔

● ڈیجیٹل خیانت: سوشل میڈیا نے ہمارے معاشرے میں ایسے رویوں کو فروغ دیا ہے، جن کا اس سے قبل تصور بھی ناممکن تھا۔ اب مرد و عورت کا آپس میں بغیر کسی حجاب و ممانعت اور بلا کسی روک ٹوک کے ایک دوسرے سے بات چیت کرنا اور ربط و تعلق رکھنا عام ہو گیا ہے۔

خانگی امور کی ماہر تہانی الشرونی کہتی ہیں: خاندانی ناچاقیوں کی جن مشکلات سے ہمارا واسطہ پڑتا ہے وہ عجیب و غریب اور تضاد سے بھرپور ہیں۔ جب زوجین میں سے کوئی ایک انٹرنیٹ کی دنیا کے نامعلوم ماحول میں غیر لوگوں کے ساتھ ہنس ہنس کر باتیں کرتا ہے تو اس کی یہ حرکت پاکیزہ، پرسکون اور خوب صورت عائلی زندگی کے شفاف چشمہ کو آلودہ کر دیتی ہے۔

الشرونی مزید بتاتی ہیں کہ جس بات کا حقیقی زندگی میں زبان پر لانا مشکل تھا، اب موبائلز کے بٹن اور سکرین کے ٹچ سے وہ سب بہت آسان ہو گیا ہے۔ کمپیوٹر اور موبائل کی سکرین کے پیچھے لوگ

بے باک اور بے شرم ہو جاتے ہیں۔ اس فرضی دنیا میں پہنچ کر وہ اپنی متوازن اور حدود و قیود کی پابند شخصیت کا چولا اتار پھینکتے ہیں۔ میں نے ایسی بہت سی خانگی مشکلات کو سلجھایا ہے جہاں بیوی نے کسی نامعلوم شخص کے سٹیٹس پر لائیک کیا تھا اور شوہر نے برداشت نہیں کیا، یا شوہر نے کسی لڑکی کی تصویر پر مزاحیہ کمنٹس دیے تھے جس پر بیوی غصہ سے آگ بگولہ ہو گئیں۔ ان میڈیا پلیٹ فارمز کے چیٹنگ فیچر کو بھی ہلکا نہیں لینا چاہیے، اس لیے کہ چیٹنگ اکثر و بیش تر خرابی کی ابتدا بن جاتی ہے۔

وہ کہتی ہیں کہ زوجین ایک دوسرے کے جذبات و احساسات کا خیال رکھیں اور معمولی سے شک و شبہ اور ایک دوسرے کی ذات پر کسی قسم کی بد اعتمادی کو ہرگز سراٹھانے کا موقع نہ دیں۔ ایسے اقدامات مسلسل کرتے رہیں جن سے باہمی اعتماد کو بڑھا دے۔ یاد رکھیں یہ اس وقت تک عملاً ممکن ہی نہیں ہے جب تک ہم اپنی زندگی میں سوشل میڈیا کی اہمیت کو اور اس پر صرف ہونے والے اپنے قیمتی وقت کو کم سے کم نہ کر دیں۔ علاوہ ازیں فیس بک، واٹس ایپ، ٹک ٹاک وغیرہ استعمال کرتے ہوئے شریعت کے ضابطوں اور حیا کی حدود و قیود کی سختی سے پابندی اپنے اوپر لازم نہ کر لیں۔

مغربی معاشروں نے باوجود اس کے کہ وہاں خاندانی نظام تباہ ہو چکا ہے سوشل میڈیا کے خطرے کی سنگینی کو اچھی طرح محسوس کر لیا ہے۔ مشہور امریکی ماہر نفسیات ڈاکٹر فیل (Phill) اپنے پروگرام میں کہتے ہیں کہ فیس بک دودھاری تلوار ہے۔ اس نے خانگی تعلقات کو بالکل تباہ کر دیا ہے۔ وہ اپنے سامعین کو مخاطب کرتے ہوئے کہتے ہیں: ”فرضی دوستوں سے نہیں، جیتے جاگتے زندہ افراد سے تعلق بنائے رکھنے کو از سر نو بحال کریں“۔

● شرعی حدود سے غفلت: اسرۃ رسالے کے چیف ایڈیٹر شیخ عبدالعزیز مطیری کے مطابق بہت سے واقعات دلالت کرتے ہیں کہ بغیر کسی چھان پھٹک اور ذاتی جان پہچان کے فیس بک پرفرینڈ ریکویسٹ قبول کرنے کا رجحان، میاں بیوی کے درمیان عدم اعتماد کے امکان کو بے حد بڑھا دیتا ہے اور کوئی بھی غیرت مند آدمی اپنی بیوی کے ایسے طرز عمل کو برداشت نہیں کر سکتا۔ شیخ مطیری نصیحت کرتے ہیں کہ خانگی زندگی میں کسی حادثے سے بچنے کے لیے انٹرنیٹ استعمال کرتے وقت خوف خدا کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہیے۔ یہ یقین رکھیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہر لحظہ اور ہر آن نگرانی کر رہی ہے۔ پھر جب بھی انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا استعمال کرنا ہو تو آپ کا

کوئی واضح مقصد اور ہدف ہونا چاہیے اور آپ کا طرزِ عمل بھی حدودِ شریعت کا پابند ہو۔
 مطیری صاحب سوشل میڈیا پر کام کرنے والوں کو نصیحت کرتے ہیں کہ شبہہ میں ڈالنے والی چیزوں سے دُور رہیں اور کوئی ایسا در نہ کھولیں جو آپ کو اللہ تعالیٰ کی محصیت کے فتنہ میں مبتلا کر دے۔ کسی کے ذاتی اور شخصی مسائل میں دل چسپی لینے سے اجتناب کیجیے بالخصوص خواتین کو سوشل میڈیا پر کوئی ردِ عمل یا لائیک 'پسندیدگی' وغیرہ دینے سے گریز کرنا چاہیے۔ اسی طرح انھیں سوشل میڈیا کی کسی بحث میں تبصرے دینے سے بھی احتراز کرنا چاہیے، خصوصاً گفتگو اور صوتی پیغام کے ذریعے جواب دینے سے بچیں۔ اگر کبھی ضرورت پڑے بھی تو گفتگو میں نرمی ہرگز نہ ہو، الفاظ واضح ہوں اور لہجہ پُر اعتماد۔ تاہم، دل میں صنفِ مخالف کی طرف میلان آئے تو گفتگو کا سلسلہ فوراً ختم کر دیں۔

● خانگی تعلقات اور اولاد کی تربیت پر اثرات: مطیری صاحب کہتے ہیں کہ اہل خانہ گھر میں ایک دوسرے کے ساتھ رہ تو رہے ہوتے ہیں لیکن حقیقی رشتوں کی روح، باہمی تعلق اور احساسِ عاطفت گھر میں باقی نہیں رہتا، یا بہت کم ہوتا جا رہا ہے۔ سب ایک جگہ بیٹھے ہوتے ہیں لیکن ہر ایک اپنے موبائل میں مگن۔ یہ ہوش نہیں رہتا کہ جو ساتھ بیٹھا ہے اس سے بھی کچھ بات چیت کر لیں۔

ہمارے نظامِ تربیت پر اثر انداز ہونے والا اہم ترین عامل والدین کا سوشل میڈیا آپس میں کھو کر اپنے فرائضِ تربیت سے غافل ہو جانا ہے۔ بچوں کی تربیت والدین کا فرض تھا۔ انھیں نصیحت کرنا، ان کی ٹھیک رہنمائی کرنا۔ دوسری طرف اولاد بھی سوشل میڈیا میں کھو کر والدین کی فرماں برداری اور اطاعت سے منہ موڑتی جا رہی ہے۔

● صلہ رحمی کی روایت پر اثرات: بقول مطیری سمارٹ فون میں کھویا رہنا ایک غیر ذمہ دارانہ طرزِ عمل ہے اور صلہ رحمی کے تقاضوں سے غفلت کا سبب بھی بن رہا ہے۔ یہ مقولہ زبانِ زد عام ہے کہ سوشل میڈیا کے آنے سے اب حقیقی رابطوں کی ضرورت نہیں رہی۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ سوشل میڈیا پلیٹ فارمز کے آنے سے باہم ربط و تعلق اور صلہ رحمی خصوصاً رشتہ داروں کے ہاں آنا جانا اور مزاج پُرسی کرنے کی روایت ختم ہو کر رہ گئی ہے۔ حالانکہ ماضی قریب میں ان کا خصوصی اہتمام کیا جاتا تھا، یا شاید ہر آن ایسے رابطوں نے ان کے ضروری ہونے کا احساس ختم کر دیا

ہے۔ تاہم، اس روایت کے خاتمے کا منفی اثر عزیز واقارب سے ہمارے تعلقات اور اب ہمارے رشتوں ناطوں اور خاندانوں کے میل ملاپ میں کمی کی صورت میں واضح نظر آنے لگا ہے۔

ڈاکٹر شریم کہتے ہیں کہ باہم جسمانی طور پر ایک جگہ موجود ہونے کے باوجود ان چیزوں نے ایک دوسرے سے بہت دُور کر دیا ہے خصوصاً بزرگ افراد کو جیسے دادا دادی، نانا نانی وغیرہ۔ بڑے بوڑھوں کی تنہائی اور عزیزوں سے دُوری کا احساس اس وقت اور بھی زیادہ ہو جاتا ہے، جب ملنے کے لیے آنے والے، ان سے گفتگو کرنے اور ان کی مزاج پُرسی کی بجائے اپنے اپنے موبائلوں میں لگے رہتے ہیں۔

مزید کہتے ہیں کہ بچے اگر موبائلز اور نیٹ کے عادی ہو جائیں تو خاندانی تقریبات اور عزیزوں اور رشتہ داروں سے میل ملاقات میں انھیں بوریٹ ہونے لگتی ہے۔ وہ عزیزوں سے گھٹنے ملنے، بات چیت کرنے اور حال احوال دریافت کرنے، ان کی ذات، شخصیت اور دل چسپیوں کو جاننے کی یہ نسبت موبائلز میں اپنا زیادہ وقت گزارتے ہیں۔ یوں عزیزوں کی مجلس میں جسمانی طور پر موجودگی کے باوجود ان سے فاصلے پر رہتے ہیں۔

● سماجی تعلقات پر اثرات: سوشل میڈیا نے عام لوگوں کے درمیان میل جول پر کیا اثرات مرتب کیے ہیں؟ ڈاکٹر محمد شریم کہتے ہیں کہ موبائل فون پر مسلسل پیغام رسانی بڑھ جانے سے بالفعل ملاقاتوں میں بہت کمی آئی ہے بلکہ سمارٹ فونز کے آنے سے تو میل جول اور بھی کم ہو گیا ہے۔ اب لوگ خاص موقعوں پر بھی مبارک باد کے پیغامات بھیجنے پر اکتفا کرتے ہیں، حتیٰ کہ سلام کہنے اور حال و احوال دریافت کرنے کے لیے بھی انھی مختصر برقی پیغامات پر انحصار کیا جاتا ہے۔ اس میں تو شک نہیں کہ ان سمارٹ فونز سے شخصی اور ذاتی ربط و تعارف کا دائرہ وسیع ہوا ہے۔

تاہم، مشکل وہاں پیش آتی ہے جہاں ہم ترجیحات کی ترتیب صحیح نہیں رکھ پاتے اور ایسے افراد کا تعین ہم سے نہیں ہو پاتا کہ کن سے ہمیں بس فون پر ہیلو ہائے رکھنی ہے اور کن کے ہاں جانا اور ملاقات ضروری ہے۔ آپ اس فرد کی کیفیت کا تصور کریں جو عید کی رات اپنے موبائل کی لمبی رابطہ لسٹ دیکھتا ہے۔ کتنی بڑی مصیبت ہوتی ہے اس کے لیے یہ تعین کرنا کہ کس کو فون کرنا ہے، اور کس سے ملاقات؟ اور پھر اب لوگوں میں وہ حساسیت نہیں رہی کہ معاشرتی تعلقات کتنے

ضروری ہیں خصوصاً ذاتی انفرادی تعلق جو صرف رُو برو ملاقات سے ہی ممکن ہو پاتا ہے۔ مسلمانوں میں عید اور دیگر اجتماعی اور معاشرتی تقریبات میں شامل ہونے کے حوالے سے جو سرد مہری آئی ہے۔ سوشل میڈیا کی وجہ سے مبارک باد دینے کے زیادہ گرم جوش اور محبت بھرے انداز آہستہ آہستہ ختم ہوتے جا رہے ہیں۔ ماضی قریب میں کسی عزیز یا دوست کو مبارک باد دینا ہوتی تو اس کے گھر جا کر ملاقات ضروری ہوا کرتی تھی تاکہ خوشی کا بھرپور اظہار ہو اور اس فرد سے ہمیں کتنی محبت اور تعلق ہے وہ ظاہر ہو سکے۔ اب صرف 'مسج' (پیغام) رہ گئے ہیں، جنہوں نے خوشی سے دھکتے ہمارے چہروں کو چھپا لیا ہے۔ خوشی اور محبت کے اظہار کے لیے موبائل فون، ای میلز پر کارٹونک تصویروں اور ایجو چیز نے لے لی ہے۔ ان الیکٹرونک پیغامات نے فرد سے انفرادی تعلق، اس کے لیے اہتمام اور شخصی توجہ بھی چھین لی ہے، جو سیکڑوں اور ہزاروں کی تعداد میں ایک کلک پر کانٹیکٹ اور فرینڈ لسٹ میں موجود تمام لوگوں کو بیک وقت بھیج دیئے جاتے ہیں۔ مبارکباد دینے کے ان مصنوعی طریقوں کو تدریجاً چھوڑ کر ایک قدم واپس پلٹنا وقت کی ضرورت ہے تاکہ ہم ایک دوسرے سے محبت، تعلق، خاطر، احترام اور لطف و عنایت باقی رکھ سکیں۔

● قول و فعل میں تضاد: بعض افراد شکایت کرتے نظر آتے ہیں کہ ان کا شوہر یا ان کی بیوی گھنٹوں سوشل میڈیا پر خانگی اور گھریلو زندگی پر بہترین نصیحتیں کر رہے ہوں گے، لیکن جب عمل کی باری آتی ہے، تو ان نصیحتوں کا ذرہ برابر اثر کہیں اپنی زندگی میں نظر نہیں آتا۔

ڈاکٹر شریم اس رویے کے بارے میں کہتے ہیں کہ تجاویز دینا ان پر عمل کرنے کی بہ نسبت بہت زیادہ آسان ہے۔ اور یہ طرز عمل خواتین کے ساتھ ہی مخصوص نہیں ہے بلکہ گھر کے مرد بھی بغیر جانے بوجھے اس بے عملی کا شکار ہیں۔ بڑے بڑے تخصصات اور اسپیشلائزیشن کے حامل افراد بھی دوسروں کو جو نصیحت کر رہے ہوتے ہیں اس پر خود عمل کی توفیق سے محروم رہتے ہیں۔ بڑا ہونے کے ناطے شوہر کے لیے مناسب طرز عمل یہی ہے کہ وسعت قلبی کا مظاہرہ کرے اور نئے نئے انداز سے ان تجاویز کو عمل کی دنیا میں لانے کی کوشش کرے۔ ایک طریقہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ افراد خانہ کا اجتماع ہو۔ اس میں خاتون خانہ کی ساری تجاویز سنی جائیں اور جو تجاویز مستحسن ہوں، ان پر خراج تحسین پیش کیا جائے اور جہاں غلطی ہو رہی ہے اس کی اصلاح کے لیے متبادل قابل عمل پلان

ترتیب دیا جائے اور اولاد کی تربیت اور امور خانہ داری چلانے کے لیے متبادل تجاویز دی جائیں۔

● متوازن نقطہ نظر اپنانے کی ضرورت: سوشل میڈیا کے بے محابا استعمال سے پیدا ہونے والے ان مسائل سے قطع نظر ڈاکٹر شریم کہتے ہیں کہ ہمیں سوشل میڈیا اور اس کی افادیت پر بات کرتے ہوئے انصاف سے کام لینا چاہیے۔ سوشل میڈیا، فیس بک، واٹس ایپ، ٹک ٹاک کا نام لیتے ہی ذہن میں طرح طرح کے خطرات منڈلانے لگتے ہیں۔ تاہم، متوازن نقطہ نظر کے لیے ضروری ہے کہ کسی بھی مسئلہ کے مثبت اور منفی دونوں پہلوؤں کو دیکھا جائے، تاکہ لگایا جانے والا حکم بھی معتدل اور متوازن سوچ کا آئینہ دار ہو۔

اس میں شک نہیں کہ سمارٹ موبائل نے فیملی ممبران کے رابطے رکھنے کے انداز کو متاثر کیا ہے اور بہت سرسری بنا دیا ہے۔ اب ایسے رابطے چوٹیں گھنٹے اور سال بھر رہتے ہیں۔ تاہم، ٹین ایج ایک ایسی عمر ہے جس میں بچے بڑی بڑی نفسیاتی تبدیلیوں سے گزر رہا ہوتا ہے۔ فیس بک اور سوشل میڈیا کا استعمال اسے اپنے والد اور فیملی کے دیگر ممبران سے دور کر کے ایسے نامعلوم دوستوں کی طرف زیادہ مائل کر سکتا ہے، جن سے وہ کبھی ملا ہی نہ ہو یا روزانہ ملنے والے دوستوں کی طرف بھی اس کا میلان زیادہ ہو سکتا ہے۔ بہر حال، ہونا یہ چاہیے کہ سماجی رابطوں کے یہ ذرائع ہمارے ہاتھوں میں اس طرح رہیں کہ ہم انھیں استعمال کریں نہ کہ وہ ہمیں۔ ہم ان کے مالک ہوں نہ کہ وہ ہمارے۔ ہم ان سے حسب ضرورت فائدہ اٹھانے والے ہوں نہ کہ وہ ہمیں دنیا بھر کے ایام منانے پر مجبور کریں، مثلاً بلیک فرائڈے اور ویلنٹائن ڈے وغیرہ۔

انتہائی غمی ہوگا وہ فرد، جو اپنے گھر والوں اور ان حقیقی دوستوں کو جو عملی زندگی کے ہر بحر ان میں، اس کے ہر دکھ درد اور تکلیف میں اس کے ساتھ کھڑے ہوتے ہیں، ان وہمی دوستوں پر قربان کر دے، جو اسے کچھ دے نہیں سکتے سوائے چند فیس بک لائکس کے۔ (مجلہ البیان، عدد ۳۴۱)